روزنامہ
الفضل
ربوہ
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۳۹ | سنگل ۲ ر شوال ۱۴۰۹ ھجری، ۹ ہجرت ۱۳۶۸ ہش، ۹ ر مئی ۱۹۸۹ء | نمبر ۱۰۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا عید الفطر کے موقع پر تہنیتی پیغام

حضرت امام جماعت احمدیہ (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کا درج ذیل پیغام مکرم و محترم میاں منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ کے نام موصول ہوا ہے۔ جسے محترم میاں صاحب نے احباب جماعت تک پہنچانے کے لئے الفضل کو مرحمت فرمایا ہے۔

احمدیت کی دوسری صدی کے پہلے رمضان المبارک کی عید الفطر کے بابرکت موقع پر پاکستان کے احمدی احباب کے لئے سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام تہنیت:۔

"میری طرف سے پاکستان میں بسنے والے سب احمدی بہن بھائیوں بچوں بڑوں اور چھوٹوں کو محبت بھرا اسلام اور احمدیت کی دوسری صدی کی پہلی عید مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہر لمحہ حفاظت فرمائے اور آپ کی طرف سے میری آنکھیں ہمیشہ ٹھنڈی رکھے۔

اللہ ان کے لئے بھی یہ عید مبارک فرمائے جو محض اس کی رضا کی خاطر طرح طرح کے مظالم کا نشانہ بنائے گئے اور انسانی حقوق سے محروم کئے گئے اور ان سب کے لئے بھی جو اپنے مظلوم بھائیوں کی تکلیف کی وجہ سے شدید دکھ میں مبتلا ہیں۔

اللہ سچائی کی آخری اور عالمگیر فتح کے لئے ہمیں ذریعہ بنائے اور اپنی رضا کی دائمی عید نصیب فرمائے۔

خدا حافظ

والسلام خاکسار

مرزا طاہر احمد

(امام جماعت احمدیہ)

احیائے کھاتہ جات دفتر اوّل تحریکِ جدید ایک وضاحت

وکیل المال ثانی۔ تحریک جدید

دفتر اول کے معطی حضرات میں سے ایک کھاتہ زندہ رکھنے کیلئے مرکزی دفتر بھی جماعتوں سے اور دیگر ذرائع سے معلومات حاصل کر کے متعلقہ معطی حضرات کے رشتہ داروں/ورثاء کو تحریک کر رہا ہے لیکن حضور پرنور نے ہر فرد جماعت کو تحریک فرمائی تھی کہ وہ خود بھی دفتر سے رابطہ پیدا کر کے پتہ کرے کہ اس کے ان بزرگوں کے کھاتے کی کیا پوزیشن ہے جو کہ دفتر اول کے معطی ہیں اور پھر جو بند ہیں ان کو جاری کروائیں۔

اس سلسلہ میں ایک وضاحت ضروری ہے کہ اگر کسی بزرگ کا کوئی بچہ یا رشتہ دار کھاتہ جاری کروا دے یا اس سے کروایا ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے بچے یا رشتہ دار کو اپنے بزرگ کی طرف سے ادائیگی کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ چاہیئے کہ ہر ایک عزیز اپنے بزرگ کے کھاتہ میں اپنی استطاعت کے مطابق ضرور ادائیگی کرے۔ ان سب کی رقوم مل کر اس بزرگ کے کھاتہ میں درج ہو کر زیادہ ثواب کا موجب ہوگا۔

لہٰذا ہر فرد جماعت (بالخصوص بیدائشی احمدی) سے درخواست ہے کہ اپنے بزرگوں کے حسب ذیل کوائف سے دفتر کو اطلاع دے کر کھاتہ کی پوزیشن معلوم کریں اور ان کی طرف سے جلد ادائیگی کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

۱۔ دفتر اول کے معطی کا نام۔
۲۔ ولدیت۔
۳۔ ۱۹۵۳ء میں وہ کس جماعت میں تھے اور اسکے بعد کس کس جماعت میں کب کب تک رہے۔
۴۔ کیا زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں۔
۵۔ اگر زندہ ہیں تو موجودہ پتہ۔
۶۔ فوت کس سن میں ہوئے اور اسوقت کس جماعت میں تھے۔
۷۔ آپ کا اپنا پتہ۔

• مکرم عبدالحمید خان صاحب مربی سلسلہ کو بیت المبارک ربوہ میں اعتکاف کے دوران ۲۸ رمضان المبارک کو اپنڈیکس کی تکلیف ہو گئی۔ انہیں فوری طور پر فضل عمر ہسپتال منتقل کیا گیا۔ اسی رات ان کا اپریشن ہوا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہا۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد کامل صحت عطا فرمائے اور ہر قسم کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔

(ناظر اصلاح وارشاد)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: مسعود احمد ؛ پرنٹر: قاضی منیر احمد ؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ مقام اشاعت: دارالنصر غربی ربوہ ۔ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

۹ ہجرت ۱۳۶۸ ہش — ۹ مئی ۱۹۸۹ء

ہمارا تشخص

کہتے ہیں کہ یورپ کے ایک ملک کے لوگ کوڑا کرکٹ اکٹھا کر کے ایک اور ملک جس کی سرحد اس سے ملتی تھی اس میں پھینک دیا کرتے تھے اور اس دوسرے ملک کے لوگ ڈبوں میں بند مکھن اور دودھ اس پہلے ملک کی سرحد کے پاس پھینک دیتے تھے ۔ ایک تیسرے ملک کے لوگوں کو پتہ چلا تو انہوں نے دوسرے ملک سے کہا کہ آپ بھی عجیب لوگ ہیں ۔ مکھن اور دودھ کے ڈبے اس ملک میں پھینکتے ہیں جو کوڑا کرکٹ آپ کے ملک میں پھینکنے سے باز نہیں آتا ۔ اس ملک کے لوگ مسکرائے اور بولے "بھائی بات یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ ہم دیتے ہیں اور جو کچھ ان کے پاس ہے وہ دیتے ہیں ان کا تشخص کوڑا کرکٹ ہے اور ہمارا تشخص مکھن دودھ ۔"

یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ایسا واقعہ کبھی ہوا یا نہیں ۔ لیکن اس میں ایک بہت بڑا سبق پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ بجائے اس کے کہ آپ دوسروں سے اس لئے بُرا سلوک کریں کہ وہ آپ سے بُرا سلوک کرتے ہیں یہ زیادہ بہتر ہے کہ آپ اپنے مقام پر قائم رہیئے اور اپنی نیکیوں کے معیار کو گرنے نہ دیجئے ۔ اگر کوئی دوسرا شخص اپنی بری حرکات یا بُری باتوں سے آپ کی نیکی کے معیار کو گرا دے تو کامیاب تو وہ ہوا نہ کہ آپ ۔ وہ خود بُرا تھا اس نے آپ کو بھی اس طرف مائل کر لیا ۔

واقعہ تو ہم نے دلچسپی کے لئے سنایا ہے ۔ اس سے جو سبق ملتا ہے وہ پہلے ہی ہمارے پاس موجود ہے ۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں "گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو" یہ ہے اپنی طرف کوڑا کرکٹ آتے دیکھنے کے باوجود مکھن اور دودھ دوسروں کو دینا بلکہ مکھن اور دودھ سے بھی زیادہ مفید چیز ۔ کیونکہ مکھن اور دودھ تو صرف جسم کے لئے ہے اور دعائیں روح کے لئے بھی ہیں اور روح کو جسم کی نسبت زیادہ آسانی سے اور بہتر طریق پر متاثر کرتی ہیں ۔

پس آیئے ہم حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مثال سامنے رکھتے ہوئے اور حضرت امام جماعت احمدیہ (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کی نصرت فرمائے) کی مسلسل تلقین کے پیش نظر دعائیں کریں ۔ ان لوگوں کے لئے جو ہمیں گالیاں دیتے ہیں ۔ اور مسلسل گالیاں دیتے چلے جاتے ہیں ہم وہی کچھ دیں جو ہمارے پاس ہے ۔ جو ہمارا تشخص ہے ۔ اور ہمارا ہتھیار بھی تو دعا ہی ہے

جب سے دنیا بنی جب سے ہم آئے ہیں
راستے میں کئی پیچ و خم آئے ہیں
راستی کو فقط انکساری ملی
جھوٹ کے ہاتھ جاہ و حشم لائے ہیں

ابوالاقبال

مصروف ہے سینوں میں اک آذر پوشیدہ
کچھ بت ہیں تراشیدہ کچھ غیر تراشیدہ

ان عقل کے اندھوں کو اللہ ہدایت دے
جو کام کیا الٹا ۔ جو بات کی پیچیدہ

ڈر ہے تو یہی ان کو ۔ بیدار نہ ہو جائے
مخلوق خدا کی جو مدت سے ہے خوابیدہ

یہ قصر جہالت کے ڈھے جائیں گے بالآخر
خستہ ہیں چھتیں ان کی دیواریں ہیں بوسیدہ

ق

اس حسنِ مجسّم نے مسحور کیا سب کو
اپنے بھی غلام اس کے بیگانے بھی گرویدہ

تعریف سے بالا ہے ۔ توصیف سے مستغنی
ہر بات حسین اس کی ۔ ہر کام پسندیدہ

اس جانِ تمنّا کو ۔ اس غیرتِ محفل کو
چاہا بھی تو در پردہ ۔ دیکھا بھی تو دزدیدہ

تھا شور بپا اتنا کل بزمِ نگاراں میں
جب ذکر چھڑا اس کا سب ہو گئے سنجیدہ

ہم پر جو گزرتی ہے ۔ معلوم ہے سب اس کو
حالات ہمارے تو اس سے نہیں پوشیدہ

پوچھیں تو دکھا دینا جو داغ ہیں فرقت کے
یا پڑھ کے سنا دینا مکتوبِ دل و دیدہ

ہم بھی کبھی جائیں گے دربارِ محبت میں
ترسیدہ و لرزیدہ ۔ لغزیدہ و غلطیدہ

بایں ہمہ دلداری با اں ہمہ ستاری
وہ تم سے کہیں مضطر ہو جائیں نہ رنجیدہ

— چوہدری محمد علی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

توکّل علی اللہ

سیرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

مکرم حافظ مظفر احمد صاحب ۔ استاد جامعہ احمدیہ

قسط اوّل

توکّل کا لفظ وکالت سے ہے جس میں سپرد کرنے کے معنے ہیں اور اللہ پر توکّل کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنا سب کچھ خدا کے سپرد کر کے، اسکو سونپ کر اسپر کامل اعتماد اور بھروسہ رکھنا۔ اپنا سب کچھ سپرد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حتی الوسع اپنی کوشش اور تدبیر کر لینے کے بعد نتیجہ اور انجام خدا پر چھوڑ دینا ——— یہ تصوّر ہاتھ باندھ کر بے کار اور معطّل ہو کر بغیر تدبیر و سعی کے کسی نتیجے کی انتظار میں آس لگا کر بیٹھ رہنا ہرگز توکّل کا منشا نہیں ہے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شتر سوار آیا اور آپ سے ملاقات سے پہلے پوچھنے لگا کہ اے خدا کے رسول! اپنی اونٹنی کا گھٹنا باندھ کر توکّل کروں یا اسے آزاد چھوڑ کر ——— رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توکل یہ ہے کہ تم پہلے اونٹنی کا گھٹنا باندھو اور پھر اسے اللہ کے حوالے چھوڑ دو۔

(ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب ۴)

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے یہ واقعہ اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ ایک شخص اونٹ پر سوار تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے دیکھا تعظیم کیلئے نیچے اترا اور ارادہ کیا کہ توکل کرے اور تدبیر نہ کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے اونٹ کا گھٹنا نہ باندھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر آیا تو دیکھا کہ اونٹ نہیں ہے۔ واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں نے توکل کیا تھا میرا اونٹ جاتا رہا۔ آپ نے فرمایا تو نے غلطی کی۔ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھتا اور پھر توکل کرتا تو ٹھیک تھا۔

(البدر جلد ۳ نمبر ۹ مورخہ یکم مارچ ۱۹۰۴ء)

اسی لئے کسی نے خوب کہا:

؎ بر توکل زانوے اشتر ببند

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ فرماتے ہیں:

"توکل یہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کئے ہوئے ہیں انکو حتی المقدور جمع کرو اور پھر خود دعاؤں میں لگ جاؤ کہ (اے) خدا تو ہی اسکا انجام بخیر کر۔ صدہا آفات ہیں اور ہزاروں مصائب ہیں جو ان اسباب کو بھی برباد و تہ و بالا کر سکتے ہیں ان کی دستبرد سے بچا کر ہمیں سچی کامیابی اور منزلِ مقصود پر پہنچا۔"

(الحکم جلد ۷ نمبر ۱۱ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۳ء)

اس لحاظ سے جب ہم توکّل علی اللہ کے مضمون پر غور کرتے ہیں تو ایک طرف اسکی سرحدیں صبر و قناعت کے مضمون سے ملتی ہیں تو دوسری طرف شجاعت و سخاوت کے اخلاق فاضلہ سے اس کا ناطہ ملتا ہے۔ زیرِ نظر حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے توکّل میں صبر کی جھلک نمایاں ہے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل شجاعت کے وصف سے نکھرا ہوا نظر آتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو (کسی جزع فزع کے بجائے) انکی زبان پر (جو کلمہ جاری ہوا وہ صبر و استقامت سے بھرا ہوا) یہ جملہ تھا کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز بھروسے کے لائق ہستی ہے۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جب یہ کہا گیا کہ لوگ آپ کے مقابلہ کیلئے جمع ہو گئے ہیں پس ان سے ڈر جائیں تو اس چیز نے (بجائے خوفزدہ کرنے کے) انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور آپؐ، آپؐ کے ساتھیوں نے اس موقع پر کمال بہادری اور شجاعت کا یہ نعرہ بلند کیا کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر آل عمران)

اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جس عظیم الشان توکل علی اللہ کا ذکر ہے اس کی کسی قدر تفصیل بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ انبیاء میں اس عظیم الشان گروہِ متوکلین پر ایک نظر ڈال لی جائے جن کا سب سرمایہ توکل ہی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ ابراہیم میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے بیوی اور بچے کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں (محض توکل کرتے ہوئے) چھوڑنے کا ذکر کیا ہے وہاں اس سورت میں دیگر انبیاء کرام کے توکّل کا اظہار انکی زبان سے اس طرح فرمایا ہے کہ

ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم (اپنے) اللہ پر توکل نہ کریں حالانکہ اس نے ہمیں ہمارے (سیدھے) راستے دکھائے اور ہم تو یقیناً (اے مخالفو!) (خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے) تمہاری ایذاؤں پر صبر کرتے چلے جائیں گے اور بھروسہ کرنے والوں کو خدا پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے۔ (ابراہیم: ۱۳)

انبیاء کے اس شاندار توکل کے اشارے بعض دوسرے مقامات پر بھی ملتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شعیبؑ کو جب اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور بصورتِ دیگر ملک بدر کرنے کی دھمکی دی گئی تو انہوں نے یہی کہا کہ جس دین کو ہم چھوڑ چکے ہیں اب (چاہے جو کچھ ہو جائے) ہم اس میں واپس نہیں آسکتے۔

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کو جب اپنے مخالفین کی طرف سے مخالفت کا سخت ابتلاء پیش آیا تو آپ نے خدا کی ذات کو ہی سپر بنایا جس کا تذکرہ کرتے ہوئے ہمارے سیّد و مولا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم کرے انکو ایسے سخت اور کٹھن حالات پیش آئے کہ سوائے خدا کی ذات کے جو مضبوط پناہ گاہ ہے انکے ہاں کوئی پناہ گاہ باقی نہ رہی۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۂ یوسف)

قرآن شریف میں بھی اسکا ذکر ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اس نازک وقت کہا کہ اے کاش مجھے مقابلہ کی قوت حاصل ہوتی ——— اب تو میں اپنے مولیٰ کی مضبوط پناہ ہی چاہتا ہوں۔ (ہود: ۸۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس توکّل کی تفصیل بھی عجیب شان رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب ہم نے اسے کہا کہ اپنا سب کچھ خدا کے سپرد کر دو تو انہوں نے سب کچھ اپنے مولیٰ کے حضور پیش کر دیا۔ جو ربّ العالمین ہے اور سب کچھ اسی کا ہے۔ (البقرہ: ۱۳۲)

دوسری جگہ فرمایا ابراہیم ہمارا (وہ پیارا بندہ تھا) جس نے خوب خوب وفا کی اور اپنے سارے عہد پورے کر دکھائے (النجم: ۳۸)

اکلوتے بیٹے کے ذبح کرنے کا خواب دیکھا تو ظاہراً اسکو پورا کرنے کیلئے الٰہی منشاء سمجھ کر تیار ہو گئے اور قریب تھا کہ بیٹے کو قربان کر دیتے مگر خدا تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح ہونے سے بچا لیا اور اس قربانی کو قبول کر لیا۔ پھر حضرت ہاجرہؓ کو حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر آنا توکّل کی کیسی عظیم مثال ہے۔ جبکہ ان کے پاس کھجور کی ایک تھیلی اور پانی کے مشکیزے کے سوا کچھ نہ تھا محض خدا پر بھروسہ تھا ——— حضرت ہاجرہؓ نے بھی عجیب توکّل دکھایا۔ ہر چند کہ اس ویرانے میں بے آب و دانہ رہنا موت کو آواز دینے کے مترادف تھا مگر اس متوکّل خاتون نے یہی کہا کہ اے ابراہیم! اگر خدا کا یہی منشاء ہے تو پھر ہم اس پر راضی ہیں وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا ——— اور واقعی خدا نے اس توکل کا اجر انکو دیا۔ ایک طرف انکے لئے زمزم کا چشمہ جاری کر دیا تو دوسری طرف جرہم قبیلہ کو بھیج کر جنگل میں منگل کر دیا اور ہاجرہؓ و اسماعیلؑ کے لئے معاش کا انتظام کر دیا۔ (بخاری کتاب الانبیاء)

یہ سب کچھ قربان کرنے کے بعد جب اپنی جان کی قربانی کا وقت آیا تو آگ میں پڑ کر بھی یہی نعرہ بلند کیا کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ پس یہ عظیم الشان نمونہ ہے توکل کا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ظہور میں آیا ——— بلاشبہ یہ حضرت لوط علیہ السلام کے اس توکل سے کہیں بڑھ کر ہے جس میں وہ کسی قوت کے سہارا کی تلاش کا ذکر بھی توکل کے ساتھ کرتے ہیں اور حضرت شعیب کے اس توکّل سے بھی بڑھ کر ہے جو توکل کا مضمون فتح کے ساتھ باندھ رہے ہیں ——— حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توکّل کی شان اگر کہیں نظر آتی ہے تو وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ میں نظر آتی ہے۔ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توکل کا تعلق ہے، مکّی دور میں اس میں صبر کی شان زیادہ نمایاں ہے تو مدنی دور میں شجاعت و سخاوت کی شان کا رنگ غالب ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یادِ رفتگاں

محترمہ اظہار النساء بیگم صاحبہ

مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب

میری بڑی ہمشیرہ اظہار النساء بیگم ۲ دسمبر ۱۹۸۸ء کو ایک مختصر علالت کے بعد سروسز ہسپتال لاہور میں بعمر ۸۱ سال انتقال کر گئیں۔ موصوفہ نے اپنے پیچھے دو بیٹے، تین بیٹیاں ۶ پوتے ۸ پوتیاں ۴ نواسے ۵ نواسیاں۔ ۱۲ پڑپوتیاں ۴ پڑنواسے ۳ پڑنواسیاں۔ یادگار چھوڑے ہیں۔

ہماری آپا ایک فرمانبردار و سعادتمند بیٹی، ایک وفا شعار و نیک اطوار بیوی، ایک نہایت ہمدرد و شفیق ماں اور ایک مثالی نمونہ رکھنے والی محبت پرور بہن تھیں۔ ان کا دل خوف خدا اور محبت رسول کا ایک انمول خزینہ تھا۔ وہ سلسلہ احمدیہ سے والہانہ تعلق رکھنے والی اور خاندان بانی سلسلہ سے عشق کی حد تک محبت کرنے والی بزرگ خاتون تھیں۔ وہ عبادت گزار تہجد گزار اور درد و کرب سے دعائیں کرنے والی ہستی تھیں۔ انہوں نے بیوگی کا طویل زمانہ بڑے ہی صبر و شکر اور مومنانہ شان سے بسر کیا اور کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لائیں۔ اسی بیوگی اور بے چارگی کے عالم میں بچوں کی پرورش اور تربیت کا فریضہ ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ آج ان کی تمام اولاد ان کی جدائی میں اشکبار ہے۔ ان کی صحیح تربیت ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ ان کی ساری اولاد نیک، سعادتمند، سلسلہ سے پختہ تعلق رکھنے والی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بانصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹوں کو نیک اور دیندار بیویاں اور انکی بیٹیوں کو اعلیٰ تعلیم یافتہ، نیک اور احمدیت کے شیدائی شوہر عطا کئے۔ ساری اولاد کو خوبصورت اور صحت مند بچے عطا کئے جن میں سے بعض کی شادیاں ہو چکی ہیں اور وہ بھی صاحب اولاد ہیں۔

جب تک ہماری آپا ہندوستان میں رہیں جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کے لئے تیاریاں کرتی رہتی تھیں۔ اور ہر سال حاضری کی کوشش کرتیں۔ اسی طرح تقسیم ملک کے بعد لاہور سے ہر سال ربوہ کے جلسہ سالانہ میں شرکت کے کوشاں رہتیں اور جلسہ میں پہنچ کر تمام اجلاسوں میں شرکت کے علاوہ مقبرہ بہشتی جاتیں، دعائیں کرتیں۔ پھر حضرت اقدس کے گھرانے میں جاتیں۔ تمام بیبیوں سے ملتیں اور دعاؤں کی درخواست کرتیں۔ یہ ان کا ہر سال کا معمول تھا اور جب تک چلنے پھرنے کی طاقت باقی رہی ان کے مذکورہ بالا معمولات میں کبھی فرق نہ آیا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت فضل عمر نے ایک رؤیا کی بنا پر جب دہلی میں جلسہ کیا تو میں آپا کو ہمراہ لے کر اس جلسہ میں شرکت کی غرض سے پہنچا۔ ہمیں کشمیری گیٹ میں ٹھہرایا گیا تھا۔ جلسہ کے موقعہ پر جب مخالفین نے گڑبڑ کی اور ایک گروہ مستورات کے خیمہ کی طرف بڑھا تو حضرت فضل عمر نے احمدی نوجوانوں کو بآوازِ بلند پکارا کہ اب یہ لوگ مستورات کے خیمے کی طرف بڑھ رہے ہیں جہاں ہماری احمدی مستورات کے علاوہ بہت سی ہندو اور عیسائی معزز خواتین بھی موجود ہیں جن کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ لہٰذا تم سے نوجوان باہر نکلیں اور معزز ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی حفاظت کا فریضہ انجام دیں۔

جب وہ ہنگامہ ختم ہوا اور ہم بحفاظت اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو میں نے آپا سے دریافت کیا کہ جب جوش میں بھرے ہوئے مخالفوں کا گروہ خیمہ کی جانب بڑھا تو اس وقت آپ کے جذبات کیا تھے اس پر آپا نے فرمایا تھا کہ ہمیں اپنی جانوں کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ ہماری اس وقت صرف ایک ہی دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے آقا پر کوئی آنچ نہ آئے۔ اور وہ خدا کی حفاظت میں رہیں۔

واقعات تو اور بھی ہیں جن سے آپا کا سلسلہ کے اماموں سے عقیدت مندی کا ایمان افزا اظہار ہوتا ہے لیکن بنظرِ اختصار اسی واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں اور آپا کے خاندان کے بارے میں چند سطور قلمبند کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

ہم لوگوں کا آبائی وطن گلاوٹھی ضلع بلند شہر (یوپی) تھا جو صوبہ کا ایک مشہور اور مردم خیز قصبہ تھا۔ جہاں مسلمانوں میں سید خاندان اور ہندوؤں میں بنیوں کی آبادی تھی۔ ہمارے والد سید محمد علی کا سلسلہ نسب حضرت امام بخاری سے جا ملتا ہے اور اسی نسبت سے ہم بخاری سید ہیں۔ ہمارے والد صاحب محکمہ پولیس میں ملازم تھے جو بسلسلہ تبادلہ یوپی کے ایک دوسرے مشہور شہر اور مردم خیز خطہ شاہجہانپور آئے اور یہاں ان کی ملاقات حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری سے ہوئی جو حضرت بانیٔ سلسلہ کے ابتدائی رفقاء میں سے تھے اور جو اس زمانہ میں جماعت احمدیہ شاہجہانپور کی روح رواں تھے۔ حضرت حافظ صاحب کے دلائل سن کر اور ان کے اخلاق کے گرویدہ ہو کر حضرت والد صاحب بھی بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد والد صاحب نے ایک لمبے عرصہ تک حضرت حاجی عبدالقدیر صاحب کی فرم "احمدی اینڈ کو" میں بھی کام کیا اور آخر وقت تک اسی فرم سے وابستہ رہے اور یہیں ۱۹۲۴ء انتقال کیا۔

والد صاحب کی وفات کے بعد ہم لوگ حضرت حافظ صاحب کی براہِ راست تربیت میں آ گئے۔ والد صاحب کی زندگی ہی میں حضرت حافظ صاحب کے مشورہ سے ہماری آپا کا نکاح بریلی کے ایک مشہور مفتی خاندان میں مفتی اظہار حسن صاحب کے ساتھ ہو گیا تھا۔ مفتی صاحب کے آباؤ اجداد کو مفتی شہر کا عہدہ حکومت وقت کی طرف سے ملا ہوا تھا۔ مفتی صاحب حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے مرید و عقیدتمند تھے۔ جب ان کو حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب برائے مطالعہ ملیں تو ان کے دل میں حضرت اقدس کے لئے جذبات عقیدت پیدا ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت صاحب (حضرت اقدس مرزا صاحب) کی تحریروں میں وہی حقانیت اور خدا رسی کے نشانات پائے جو حضرت سید احمد صاحب بریلوی رح کی تحریروں میں ان کے زیر مطالعہ آئے تھے۔ ان کے قبولِ احمدیت میں ان کی نیکدلی۔ سعادت مندی اور بزرگان دین سے ان کی عقیدت کا بڑا دخل تھا وہ بے شمار خوبیوں والے ایک لائق و فائق انسان تھے۔ مخلوق خدا کی خدمت کا جذبہ ان کے دردمند دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ وہ انگریزی حکومت میں ایک معزز عہدہ پر ممتاز تھے۔ اس زمانے میں حاکم ضلع (کلکٹر) اکثر انگریز ہی ہوتے تھے اور ہمارے بھائی مفتی اظہار حسن صاحب انگریز کلکٹروں کی ناک کا بال مشہور تھے اگر چاہتے تو ڈھیر ساری دولت جمع کر لیتے جیسا کہ ان کے زمانہ کے اکثر چیف ریڈروں نے کیا لیکن ہمارے بھائی نے ہمیشہ اپنی تنخواہ اور رزق حلال پر قناعت کی اور اپنی نیک کمائی کو ہمیشہ ہر کثافت سے پاک رکھا۔ راقم الحروف عینی شاہد ہے کہ وہ تنخواہ ملتے ہی پہلا کام یہ کرتے کہ شام کو بازار جا کر پندرہ ۱۵۔ بیس ۲۰ (جو اس زمانہ میں بہت بڑی رقم شمار ہوتی تھی) کی مختلف ادویات خرید فرماتے اور لا کر آپا کو دیتے جو ان ادویات کو محلہ کی نادار عورتوں اور بچوں کے علاج میں صرف کرتیں۔ بھائی صاحب فنِ طبابت سے بھی کافی لگاؤ رکھتے تھے اور انہوں نے ہماری آپا کو بھی بہت سی مفید ادویات کے متعلق معلومات فراہم کی ہوئی تھیں جن سے وہ حسب ضرورت استفادہ کرتیں۔ اور مخلوق خدا کی تکلیف کم کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہتیں۔

ہمارے والدین بھی اس زمانہ کے اکثر بزرگوں کی مانند نہایت نیک، سادہ دل اور بچوں سے عشق کی حد تک محبت کرنے والے شفیق و ہمدرد والدین تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ ہم نے انہی قابلِ صد احترام بزرگوں کے سایہ میں پرورش پائی اور ہماری طبیعتوں میں شروع سے ہی سادگی، فروتنی، دوسروں کے جذبات کا احترام اور خدمتِ خلق کے جذبات راسخ ہو گئے جس سے ہم سب نے بہت فائدے حاصل کئے اور آج تک کر رہے ہیں۔

والد صاحب کے انتقال کے بعد جو ۱۹۲۴ء میں واقع ہوئی۔ میں اور میرے برادر اصغر سید احمد میاں براہ راست حضرت حافظ صاحب کی زیر تربیت آ گئے۔ جنہوں نے نہ صرف ہماری کفالت ہی کی بلکہ ہماری اس رنگ میں تربیت بھی فرمائی کہ ہمارے دلوں میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی عقیدت و محبت کا جذبہ سمندر کی لہروں کی طرح موجیں مارنے لگا۔

ہماری آپا کو شریک حیات بھی ایسا ملا جو ان تمام صفات کا حامل تھا جو ایک نیکدل انسان میں ہونی چاہئیں۔ افسوس کہ ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور آنتوں کی دق میں مبتلا ہو کر اور قریباً دو سال تک ماہر طبیبوں کے زیر علاج رہنے کے بعد اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس وقت مراد آباد کا حاکم ضلع (کلکٹر) ایک ریٹائرڈ فوجی افسر مسٹر نیدرسول تھا جو مفتی صاحب کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اس نے بھائی صاحب کی وفات پر کچہری کی تعطیل کر دی اور تمام عملہ جو سینکڑوں افراد پر مشتمل تھا جن میں مسلمان بھی تھے اور ہندو بھی۔ عیسائی بھی تھے۔ اور پارسی بھی ہماری رہائش گاہ پر جمع ہو گیا۔ بھائی صاحب ان دنوں علی برادران یعنی مولانا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محمد علی شوکت علی کے دیوان خانہ واقع محلہ کسرول، مراد آباد میں مقیم تھے جو ایک بہت بڑی عمارت تھی جس سے ملحق احاطہ بھی بہت وسیع و عریض تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے بلکہ وہ نظارہ آج بھی میری نظروں کے سامنے ہے کہ وہ احاطہ اپنی تمام کشادگی کے باوجود تنگ نظر آرہا تھا اور لوگ موج در موج داخل ہو رہے تھے یہاں تک کہ ملحقہ سڑک پر بھی لوگوں کا ہجوم تھا اور سب کے چہرے اداس اور مغموم نظر آرہے تھے۔ میرے تار پر حضرت حافظ صاحب معہ چند دیگر احمدی احباب کے جنازہ میں شرکت کی غرض سے پہنچ گئے تھے۔ میت کی تدفین کے بعد بھی عرصہ تک سینکڑوں افراد جن میں ہر قوم اور ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے اظہار تعزیت کے لئے آتے رہے اور اپنے دلی رنج کا اظہار کرتے رہے۔ اپنی مختصر زندگی میں مفتی صاحب نے اتنے انمٹ نقوش چھوڑے جو آج تک قائم ہیں اور جب تک دردمندی اور خلوص کا جذبہ باقی ہے کبھی نہ مٹ سکیں گے ان کی خدمات کا احاطہ کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

ہماری آپا نے اس صدمے کو بڑے حوصلہ کے ساتھ برداشت کیا اور راضی برضائے مولا رہ کر بچوں کی پرورش اور ان کی تعلیم و تربیت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ راقم الحروف بھی ان کے اس صدمے میں برابر کا شریک رہا۔ ان کا غم غلط کرتا اور ان کی ڈھارس بندھاتا رہا۔

بھائی صاحب کی وفات کے بعد ہم لوگ مراد آباد ہی میں اور اسی محلہ میں خان بہادر غضنفر اللہ کے مکان میں منتقل ہو گئے وہاں آپا کو پھر ایک صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کی بیٹی طاہرہ جبیں کی عمر اسوقت قریباً گیارہ سال تھی۔ دق کے موذی اور جان لیوا مرض میں مبتلا ہو گئی اور نتیجۃً اس کو مقامی ہسپتال میں داخل کرانا پڑا۔ میں روزانہ دونوں وقت اس کا کھانا لیکر ہسپتال جاتا تھا اور اس کی ادویات اور انجکشن وغیرہ کا انتظام کرتا تھا۔ اسی دوران آپا کا ایک ۱½ سالہ خوبصورت اور صحت مند بچہ راغب حسن بیمار پڑا۔ اس کے سارے بدن پر ورم آگیا۔ اور تکلیف بڑھ گئی۔ میں اس کو ایک جرمن سے تازہ وارد ڈاکٹر کے پاس لے گیا اس نے بڑی توجہ سے علاج کیا۔ لیکن تیر قضا اپنا کام کر چکا تھا۔ اور وہ بچہ چند دن کی مختصر علالت کے بعد انتقال کر گیا۔ اس کے انتقال کی خبر بذریعہ خواب اللہ تعالیٰ نے اس کی بہن طاہرہ کو دے دی تھی۔ اور جب دوسرے روز میں اس کے پاس ہسپتال پہنچا تو اس کے بھائی کی خیریت دریافت کی۔ میں نے ٹالنا چاہا تو اس نے رو کر یہ انکشاف کیا کہ راغب بھائی کا تو انتقال ہو چکا ہے اور آپ مجھ سے چھپا رہے ہیں۔ اس واقعہ کے دو تین روز بعد ہسپتال کے ڈاکٹروں نے جواب دے دیا اور میں طاہرہ کو گھر لے آیا اور دوسرے روز اس کا بھی انتقال ہو گیا۔

آپا نے اس موقعہ پر بھی بڑے ہی صبر کا نمونہ دکھایا اور ان کی زبان سے ہم نے افسوس کا کوئی کلمہ نکلتے نہ سنا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فرشتوں نے آپ کے دہن پر تالہ لگا دیا ہے اور طاقت گویائی سلب کر لی ہے

ہماری آپا نے ان صدمات کے بعد اپنا غم غلط کرنے کا ایک انوکھا طریقہ نکال لیا۔ انہوں نے ناداروں اور ضرورت مندوں کی خدمت کو اپنا مشن بنا لیا جو آخر وقت تک قائم رہا۔ ہندوستان سے لیکر پاکستان تک آپا نے لاتعداد حاجتمندوں کی مدد کی لیکن اس طرح کہ ایک ہاتھ سے دیا تو دوسرے ہاتھ کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ پاکستان آنے کے بعد ان کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ رہا تھا بس اپنے چھوٹے بیٹے مفتی راحت حسن کے ساتھ بادامی باغ لاہور میں رہائش پذیر ہو گئیں وہیں آخر وقت تک ان کی خدمت کو سعادت سمجھ کر بجا لاتے رہے۔ پشاور یونیورسٹی سے ان کے بڑے صاحبزادے مفتی حامد حسن بھی کچھ جیب خرچ روانہ کر دیا کرتے تھے اور ان کی دیگر ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ وہ اسی جیب خرچ میں سے اپنا حصہ وصیت بڑی باقاعدگی کے ساتھ ادا کرتی رہیں اور وفات کے وقت ان کے ذمہ وصیت کا کوئی بقایا نہ تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آخری آرامگاہ مقبرہ بہشتی میں بنوا دی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب حضرت فضل عمر نے مولانا کرم الٰہی ظفر مربی سپین کو بزنس ویزا پر سپین بھیجنا چاہا جہاں اس زمانے میں جنرل فرینکو کی حکومت تھی اور سوائے رومن کیتھولک فرقہ کے لوگوں کے تمام دیگر ادیان و مذاہب پر تبلیغی پابندی عائد تھی تو حضور (حضرت فضل عمر) نے مولانا کرم الٰہی کو بجوئی ضلع مراد آباد کی گلاس فیکٹری میں تربیت حاصل کرنے کے لئے بھجوایا تھا۔ وہ مراد آباد میں خاکسار سے آکر ملے اور آپا نے ان کی آمد پر بڑی خوشی کا اظہار کیا اور ان کی مہمانداری کو عطیہ غیبی تصور کیا۔ مولانا موصوف اس کے بعد اکثر مراد آباد آکر ہم سے ملتے رہے اور ہماری آپا ہر موقعہ پر بشاشت قلب سے مہمانداری کرتی رہیں۔ اسی طرح غالباً ۱۹۳۸ء میں جلسہ سالانہ پر حاضری کے وقت ایک انفرادی ملاقات میں خاکسار نے حضرت فضل عمر سے عرض کیا کہ حضور مراد آباد میں اہلسنت کا بھی گڑھ ہے اور دیوبندی حضرات کا بھی لیکن وہاں کوئی مربی نہیں ہے۔ اتفاقاً اسی ملاقات میں مولانا عبدالمالک خاں صاحب بھی حاضر تھے۔ حضور نے فرمایا کہ مراد آباد کے مربی بھی یہاں موجود ہیں۔ آپ ان کو لے جائیں اس طرح حضور کی اجازت سے مولانا عبدالمالک خاں صاحب دو ماہ تک مراد آباد میں ہمارے پاس رہ کر تربیتی فرائض انجام دیتے رہے۔ اس موقعہ پر بھی آپا نے بڑی ہی بشاشت قلب اور دلی مسرت کے ساتھ معزز مہمان کی خدمت کی

یو۔پی کے شہروں میں مراد آباد کا ایک خاص مقام تھا کیونکہ یہاں ظروف سازی کے بہت سے کارخانے قائم تھے جہاں سے پیتل اور بھرت کی منقش مصنوعات تیار ہو کر یوروپ کے مختلف ممالک میں بھیجی جاتی تھیں۔ یہاں قادیان سے آنے والے داعی الی اللہ اکثر آتے رہتے تھے اور ہماری آپا سب کی آمد کو خدا تعالیٰ کی نعمت تصور کرتے ہوئے ان کی خدمت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتی تھیں۔ مراد آباد میں بھی ان کے گھر محلہ کی خواتین کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ اور یہاں بادامی باغ لاہور میں بھی یہی حال تھا کہ سارا محلہ ان کا گرویدہ تھا اور وہ تمام چھوٹے بڑوں میں "آپا" کے پیارے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔

۱۹۸۲ء میں میرے ہمراہ اپنے چھوٹے بھائی سید احمد میاں سے ملنے لکھنؤ گئیں۔ وہاں ہمارے چچازاد بھائی بریلی سے ملنے آئے ان کی مالی حالت کمزور تھی۔ آپا نے غیر وطن میں بھی تیس روپیہ ان کی نذر کئے حالانکہ ہمیں زرمبادلہ بہت تھوڑا ملا تھا اور وہاں تین ماہ رہنا تھا۔ اس دوران رمضان المبارک اور عید کے مواقع بھی آئے۔ پھر لکھنؤ میں کسی احمدی دوست کے یہاں مستورات سے ملنے جاتیں تو ان کے بچوں کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور لے جاتیں۔

آپا کے زمانہ طفلی میں بچیوں کو سکول یا مدرسہ میں تعلیم دلانے کا رواج بالکل نہ تھا۔ آپا نے بھی گھر ہی میں لکھنے پڑھنے کی مہارت حاصل کی اور ان کی مذہبی اور عام معلومات ایسی تھیں کہ کسی کو گمان بھی نہ ہوتا تھا کہ انہوں نے باقاعدہ تعلیم نہیں پائی۔

وہ اہل ذوق بھی تھیں اور شعر بھی کہتی تھیں۔ ان کی غزلوں کا ایک مختصر مجموعہ راقم الحروف کے پاس آج تک محفوظ ہے۔ شادی کے بعد یہ مشق سخن جاری نہ رہ سکی۔

وفات کے وقت ان کے بڑے صاحبزادے مفتی حامد حسن ان کے پاس موجود تھے لیکن چھوٹے فرزند جو بیرون ملک ہیں ان کو اطلاع نہ ہو سکی۔ ان کی تینوں بیٹیاں اور بیٹیوں کی تمام اولاد اور بڑے صاحبزادے کی ایک بیٹی جو ان کے نواسے کو بیاہی تھیں، ان کے پاس موجود تھیں۔

۲ دسمبر کو پونے سات بجے سروسز ہسپتال میں ان کا انتقال ہوا۔ ساڑھے آٹھ بجے میت بادامی باغ لائی گئی۔ جہاں تجہیز عمل میں آئی۔ بعد نماز ظہر نماز جنازہ حلقہ بھاٹی گیٹ کے صدر مکرم محمد صدیق شاکر صاحب نے پڑھائی اور تین بجے ان کے صاحبزادے مفتی حامد حسن ان کا جنازہ ایک ویگن میں رکھ کر ربوہ کیلئے روانہ ہوئے۔ یہ غمزدہ بھائی ان کے انتقال سے چند روز قبل لاہور پہنچ گیا تھا اور ہر مرحلہ میں شریک رہا۔ ہم لوگ ایک کار میں میت کے ساتھ ربوہ گئے۔ سات بجے ربوہ پہنچے بعد نماز عشاء بیت المبارک ربوہ کے احاطہ میں ان کی نماز جنازہ مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح وارشاد نے پڑھائی اور بوجہ موصیہ ہونے کے ان کی تدفین مقبرہ بہشتی میں قریباً دس بجے رات عمل میں آئی۔ قبر پر دعا خاکسار نے کرائی اور اس طرح آپا کو سپرد خاک کر کے ہم سب سوگوار اعزہ غمگین دلوں کے ساتھ دارالضیافت واپس آئے اور رات وہاں قیام کر کے دوسرے روز صبح روانہ ہو کر بعد دوپہر لاہور آگئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری آپا کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

صدقات تقدیر کو بدل دیتے ہیں

فضل عمر ہسپتال کے نادار مریضوں کیلئے صدقہ کی تحریک

حضرت بانیٔ سلسلہ فرماتے ہیں:۔
"اگر کوئی تقدیر معلق ہو تو دعا اور صدقات اس کو ٹلا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس تقدیر کو بدل دیتا ہے۔"

فضل عمر ہسپتال خدمت خلق کی قابل رشک تاریخ کا مالک ہے۔ ہزاروں لوگ یہاں احباب کرام کے عطیات سے مفت شفا پاتے ہیں۔ اس ہسپتال کے مستحق مریضوں کے لئے صدقہ کی رقوم ارسال فرما کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال۔ ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شخصیات

چمنستان احمدیت کا بلبل ہزار داستان

حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری

پروفیسر ملک مسعود احمد ایم اے فیصل آباد

حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری نور اللہ مرقدہٗ کے بارے میں پہلے قبلہ شیخ محمد احمد صاحب مظہر مدظلہ ایڈووکیٹ فیصل آباد کا وقیع مضمون الفضل میں شائع ہوا۔ اس کے بعد کئی اور احباب کے مضامین حضرت حافظ صاحب کے بارے میں اشاعت پذیر ہوئے۔ ان میں سے ایک مضمون تو محترم سیفی صاحب ایڈیٹر الفضل کی چند یادوں پر مشتمل ہے۔ اور ایک عمدہ مقالہ حافظ صاحب کی شخصیت کے بارے میں میرے مکتب مکرم عبدالسمیع نون ایڈووکیٹ کا ہے۔

چونکہ قبلہ حافظ صاحب کی ذاتِ والاصفات گوناگوں خوبیوں کی مالک تھی۔ اور ان کا وجود ہر ایک ملاقاتی کے لئے سرتاپا جذب و کشش کا باعث تھا۔ اس لئے مختلف دوستوں نے ان سے بقدرِ ظرف فیض پایا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر لکھنے والے نے اپنے قلبی تاثرات نہایت خلوص و محبت سے بیان کئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ محترم حافظ صاحب بانی سلسلہ احمدیہ کے ان عظیم فدائی رفقاء اور سپہر احمدیت کے ان درخشندہ ستاروں میں سے تھے۔ جن کا وجود اپنی روحانی اور علمی شان کی وجہ سے جماعت کیلئے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھا۔ جماعت احمدیہ کے سینکڑوں دیگر احباب کی طرح راقم السطور کو بھی حضرت حافظ صاحب سے قیامِ پاکستان سے پیشتر کے زمانہ سے شرف نیاز حاصل رہا۔ خاکسار ۱۹۴۴ء سے ۱۹۴۶ء تک تعلیم الاسلام کالج قادیان میں ایف اے کا طالب علم تھا۔ ہماری کلاس کالج میں داخلہ لینے والی سب سے پہلی کلاس تھی۔ ۱۹۴۵ء میں تعلیم الاسلام کالج قادیان کی یونین کا صدر راقم کو منتخب کیا گیا۔ اور راقم نے اپنے علمی و ادبی ذوق کی وجہ سے الفضل کے لئے ان ایام میں مضامین بھی لکھے تھے۔ جو شائع ہوئے۔ ان میں سے ایک مضمون دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ پر ہٹلر کی عبرتناک موت پر تحریر کیا تھا۔ بہرحال یہ بات تو جملہ معترضہ کے طور پر درمیان میں آگئی۔

حضرت حافظ صاحب قادیان کے مہمان خانہ میں ایک کمرہ میں فروکش ہوتے تھے اور ان کے پاس احباب کثرت سے آتے۔ اور ان کی پرمعارف اور شیریں گفتگو سے فیضیاب ہوتے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ان ایام میں مولانا ذوالفقار علی گوہر جو ہندوستان کے مایہ ناز مسلمان راہنما مولینا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی تھے۔ حضرت حافظ صاحب کی مجلس میں تشریف لایا کرتے تھے۔ اور ان کے حضرت حافظ صاحب کے ساتھ بڑے مراسم تھے۔

راقم کو چونکہ اردو اور فارسی زبانوں سے ابتداء سے ہی بہت دلچسپی تھی۔ اس لئے قبلہ حافظ صاحب کی نہایت شستہ و پاکیزہ اردو سے خاکسار بہت متاثر تھا کیونکہ آپ کی گفتگو میں ایسے ایسے اردو اور فارسی کے جواہر ریزے ہوتے کہ میرے جیسے ادب کے ایک طالب علم کے لئے اس میں تسکین ذوق کا وافر سامان موجود ہوتا تھا۔ انہیں دنوں قبلہ حافظ صاحب کی خدمت میں نظر ثانی اور اصلاح کے لئے راقم نے اپنا ایک اردو مضمون پیش کیا۔ اس مضمون میں میں نے ایک شعر ڈاکٹر اقبال کا بھی درج کیا تھا۔ جو یہ تھا ؎

در دشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے
یزداں بہ کمند آور اے ہمتِ مردانہ

اس شعر میں اقبال نے اپنے مخصوص بلند بانگ انداز میں جبریل کو ایک صید زبوں یعنی ایک مریل سا شکار قرار دیا ہے۔ اور ہمت مردانہ کو یزداں پر کمند ڈالنے کے لئے ابھارا ہے۔ میرے مضمون کو پڑھتے ہوئے حافظ صاحب نے جب اقبال کا یہ شعر پڑھا تو ان پر جلال کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور بڑے خشمگیں انداز میں فرمانے لگے! ایسا شعر کہنا جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک مریل شکار تصور کر کے اپنی ہمت مردانہ کو حضرت یزداں پر کمند ڈالنے کی تحریک کی گئی ہے۔ یقیناً حق تعالیٰ کی سوءِ ادبی ہے پھر یہ بھی فرمایا۔

؎ ہر کہ عارف تر، خائف تر!

یعنی جو جتنا زیادہ عارف باللہ ہوگا وہ اتنا ہی حق تعالیٰ سے زیادہ خائف اور ترساں ہوگا۔ اور بھی کئی فارسی کے اشعار تھے جو میں نے اپنے مضمون میں لکھے تھے۔ اور ان پر حضرت حافظ نے نہایت عمدہ ناقدانہ رائے کا اظہار کیا تھا۔

تقسیم ہند سے پہلے خاکسار ایف اے کا امتحان دیکر وسط ۱۹۴۶ء میں اپنے وطن ڈیرہ غازی خان آگیا۔ اور وہیں بی اے تک تعلیم حاصل کی۔ کبھی کبھی محترم حافظ صاحب کی خدمت میں عریضہ تحریر کرتا تو ان کی طرف سے جواب موصول ہوتا۔ پھر قیام پاکستان کے بعد ربوہ میں کئی مرتبہ ان کی شیریں اور مدلل گفتگو سننے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ درویش جو مذہبی اور دینی کتب کا وسیع مطالعہ رکھتے تھے اور اپنا مافی الضمیر ایسے عمدہ اسلوب کے ساتھ تسنیم و کوثر سے دھلی ہوئی اردو میں بیان فرماتے تھے کہ حاضرین مجلس جو مشتاقانہ آپ کے گرد حلقہ باندھے کھڑے ہوتے حضرت حافظ صاحب کی گفتگو کو اپنے دل کی گہرائیوں میں اترتا محسوس کرتے تھے۔

ایک مرتبہ میں اپنے چھوٹے بھائی ملک نسیم احمد صاحب کو (جو اب ڈیرہ غازی خان میں ایڈووکیٹ ہیں) اپنے ساتھ محترم حافظ صاحب کی مجلس میں لے گیا اور ان کا تعارف حافظ صاحب سے کروایا۔ برادرم نسیم صاحب بھی کافی شستہ مذاق کے مالک ہیں۔ چنانچہ متعدد مرتبہ وہ بھی حافظ صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور ان کی پرتاثیر گفتگو اور شیریں بیانی سے بہت محظوظ ہوئے راقم کی طرح میرے بھائی نے بھی اگرچہ بی اے تک عربی پڑھی تھی اور کسی کلاس میں فارسی نہیں لے رکھی تھی مگر اپنے طور پر فارسی اشعار کا عمدہ ذوق پیدا کر رکھا تھا۔ چنانچہ قبلہ حافظ صاحب کے ساتھ میرے بھائی ملک نسیم احمد صاحب کا بھی سلسلہ مراسلت شروع ہوگیا۔ درمیان میں مجھ سے کچھ تساہل ہوا۔ اور میں حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا اور غالباً خط لکھنے میں بھی تاخیر ہوگئی۔ تو انہوں نے اس بات کا شکوہ میرے بھائی کے نام اپنے مکتوب گرامی میں جو انہوں نے ڈیرہ غازی خان کے پتہ پر بھیجا تھا، کیا عجب شان کے بزرگ تھے۔ کہ چھوٹوں پر خوب شفقت فرماتے تھے۔ اور اپنی مجلس سے ایک عرصہ تک انہیں غیر حاضر پاکر ازراہ کرم نوازی خود انہیں یاد فرماتے تھے۔

حافظ صاحب کو زبان و بیان پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ جی چاہتا تھا وہ بولتے چلے جائیں اور پہروں ان کی باتیں سنا کریں۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ پہلے قادیان میں اور تقسیم ملک کے بعد ربوہ میں ان کی رہائش گاہ پر مشتاقان دید جوق در جوق کھنچے چلے آتے۔ مجلس میں سے کوئی شخص کسی دینی مسئلہ کی بابت سوال کرتا تو حافظ صاحب پوری توجہ سے بات سنتے اور قدرے توقف کے بعد استفسار کرنے والے کی طرف رخ کر کے اس کے سوال کا جواب دیتے اور دعا کر دیتے تاآنکہ اس کی تسلی ہو جاتی۔ قبلہ حافظ صاحب گھنٹوں بولتے جاتے اور ہم حیران ہوتے کہ اس پیرانہ سالی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی جواں ہمت عطا کی تھی کہ بغیر کچھ کھائے پیئے آپ بغیر کسی تکان کے سلسلہ کلام جاری رکھتے تاکہ حاضرین مجلس مسائل متذکرہ کے بارے میں تشفی بخش جواب سن لیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب کے علاوہ مختلف مکاتب فکر کے قدیم جید علماء کی اردو عربی۔ فارسی کتب کے حوالے اور انکی عبارتوں تک حافظ صاحب کے ذہن میں محفوظ تھے۔ اور جب کسی زیر بحث مسئلہ کے سلسلہ میں وہ لگاتار کتابوں کے حوالہ جات ان کے صفحات کے نمبر وغیرہ بتلا کر سامنے کی الماری میں رکھی ہوئی مطلوبہ کتب نکلوا کر کسی کو پڑھنے کیلئے کہتے تو اہل مجلس محترم حافظ صاحب کے علم کی گہرائی اور گیرائی اور آپ کی مذہبی شیفتگی اور اس سے متعلقہ علوم پر دسترس سے دنگ رہ جاتے۔ ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ مجلس میں علماء کی طرف سے دوسروں کی تکفیر کا ذکر چل نکلا تو حضرت حافظ صاحب نے بیسیوں حوالے ایسے قدیم دیوبندی اور بریلوی علماء کے پیش کئے جن میں انہوں نے بے محابا ایک دوسرے کو کافر قرار دیا ہوا تھا۔ حافظ صاحب دراصل ثابت یہ کرنا چاہتے تھے کہ علماء کی طرف سے تکفیر ایک عام مشغلہ ہے۔ اور اس میں انہیں کوئی باک نہیں ہے۔ اس لئے اس پر تعجب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قصہ مختصر حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری چمنستان احمدیت کا بلبل ہزار داستان تھے۔ انہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ کے ساتھ بے پناہ عشق تھا۔ جس کا اظہار ان کی فصیح و بلیغ گفتگو سے ہوتا تھا۔ اور ان کی مجلس میں جو شخص بھی جاتا ان کی معرفت بھری، پرمغز اور شیریں گفتگو سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ حافظ صاحب جب تک زندہ رہے ان کا فیض عام رہا اور ہر کوہ مر ان کی عالمانہ اور عارفانہ گفتگو سے بقدرِ ظرف مستفید ہوتا رہا۔

اگرچہ اس سرائے فانی سے رحلت فرمائے انہیں کافی سال گزر گئے ہیں۔ تاہم ان کی یاد سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک مخلص اور پرجوش خادم، جید عالم اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک جاں نثار فریفتہ رفیق کے ناطے دلوں میں زندہ و تابندہ ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گنّے کے لیئے کھاد پوٹاش

پودوں کی بہتر نشوونما کے لئے تین عناصر کبریٰ یعنی نائٹروجن فاسفورس اور پوٹاش بڑے ضروری ہیں۔ ان کے علاوہ عناصر صغریٰ مثلاً بورن۔ میگنیشیم۔ یوران، کیلشیم وغیرہ وغیرہ ضروری ہیں۔ پودے زمین سے تمام اجزاء حسب ضرورت حاصل کرتے ہیں۔ اور اگر ان میں سے کسی کی کمی ہو تو نشوونما صحیح نہیں ہوتی اور پودا بعض بیماریوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو مختلف اقسام کی بیماریاں حملہ آور ہو جاتی ہیں۔ لہذا صحیح پیداوار حاصل کرنے کیلئے لازمی ہے کہ مناسب مقدار میں تمام اجزاء زمین میں مہیا کیئے جائیں۔

چند سال پہلے کاشتکاران کو بتایا جاتا تھا کہ زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے نائٹروجن کھاد کا استعمال کیا جانا ضروری ہے۔ جس کی ہماری زمینوں میں کمی ہے اس کے استعمال سے پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ اور ساتھ ہی تجربات سے معلوم ہوا کہ زمین میں فاسفورس اور پوٹاش کی کمی ظاہر ہو رہی ہے۔ لہذا یہ کھادیں بھی استعمال ہونی شروع ہوئیں۔ اس سلسلہ میں جو تجربات زرعی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں ہوئے ان کے مطابق معلوم ہوا کہ گنا کی اوسط فصل ایک ایکڑ میں سے ۳۳۳ کلوگرام نائٹروجن۔ ۱۱ کلوگرام فاسفورس اور ۶۸ کلوگرام پوٹاش حاصل کرتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس قدر ان اجزاء کی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ لہذا اوسط پیداوار حاصل کرنے کے لئے کم از کم اتنی مقدار میں یہ کھادیں استعمال کرنی ضروری ہیں۔ ان اعداد و شمار پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گنا کی فصل کو فاسفورس کی نسبت پوٹاش کی چھ گنا ضرورت ہے اور نائٹروجن کی نسبت دو گنا ضرورت ہے۔ چونکہ ہماری زمینوں میں پوٹاش کی کافی مقدار موجود ہے جو استعمال ہو رہی ہے لہذا بہتر پیداوار حاصل کرنے کیلئے گنا کی فصل کو پوٹاشیم سلفیٹ کھاد ضرور دینی چاہیئے۔ فاسفورس اور پوٹاش کی ساری کھاد اور تیسرا حصہ نائٹروجن والی بوقت کاشت استعمال کی جائے۔ بقیہ نائٹروجن والی کھاد دو دفعہ دی جائے۔ ایک دوسرے پانی کے وقت اور پھر ماہ مئی جون میں۔ تجربات کی روشنی میں عرض ہے کہ کمزور اور درمیانی زمینوں میں دو بوری سلفیٹ آف پوٹاش فی ایکڑ استعمال کی جائے۔ زرخیز زمینوں میں ایک بوری بھی کافی ہے۔

زمین میں مناسب مقدار میں پوٹاش کی موجودگی سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۱:۔ پودے خوراک کے اجزاء بہتر طور پر حاصل کرتے ہیں اور نشوونما اچھی ہونے سے پیداوار بڑھتی ہے۔

۲:۔ نائٹریٹ نائٹروجن کو AMINO ACIDS میں تبدیل کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

۳:۔ جڑیں خوراک بہتر طور پر جذب کرتی ہیں۔

۴:۔ کاربوہائیڈریٹ کے مرکبات کی منتقلی اور ذخیرہ کرنے میں مدد دیتی ہے۔

۵:۔ پودوں میں پانی جذب کرنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

۶:۔ پتوں کے مساموں سے پانی کے اخراج کو کنٹرول کرتی ہے۔

۷:۔ سردیوں میں کورے کے خلاف قوت مدافعت پیدا کرتی ہے۔

۸:۔ کیڑوں اور بیماریوں کے حملہ کے خلاف مدافعت کی قوت پیدا کرتی ہے۔

۹:۔ شکر (SUGAR) کی کوالٹی کو بہتر کرتی ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں تمام احباب کو پوٹاش کے استعمال کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ فصل کماد کی پیداوار میں اضافہ حاصل ہو۔

اللہ تبارک تعالیٰ احباب کی مساعی میں برکت عطا فرمائے۔

(مرسلہ نظارت زراعت)

اطفال توجہ فرمائیں

کیا آپ نے اپنا چندہ وقفِ جدید ادا کر دیا ہے؟

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث کی یہ خواہش تھی کہ اطفال وقفِ جدید کا سارا بوجھ اٹھا لیں۔ کیا آپ نے اپنا چندہ وقفِ جدید ادا کر دیا ہے۔ اگر نہیں تو عید پر ملنے والی عیدی میں سے چندہ وقفِ جدید ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو مالی قربانی میں اپنی وسعت کے مطابق بڑوں سے آگے نکل جانے کی توفیق دے۔

(سیکرٹری وقفِ جدید مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ)

اطلاعات و اعلانات

درخواستِ دعا

● مکرم ارشد اقبال بھٹی صاحب آف تربیلا ڈیم دل کی بیماری میں مبتلا ہیں۔

● مکرم محمد کریم صاحب زعیم انصار اللہ باغبان پورہ لاہور بعارضہ قلب صاحبِ فراش ہیں۔

● مکرم سید محمد امین شاہ صاحب گردیزی کو دل کے بائی پاس اپریشن کے بعد یرقان ہو گیا تھا۔ خدا کے فضل سے اب اس سے تو آرام ہے لیکن بہت سے زخم مندمل نہیں ہو رہے نیز ابھی نقاہت اور کمزوری بہت ہے۔

● مکرم چوہدری عبدالستار صاحب صدر جماعت احمدیہ ککی نوکی آنکھوں کا اپریشن ہونیوالا ہے۔ نیز انکی بیٹی محترمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم رانا جاوید احمد صاحب ساکن کراچی کی شادی کو چار سال ہو گئے ہیں ابھی اولاد کی نعمت سے محروم ہیں۔

● مکرم ڈاکٹر غلام محمد حق صاحب سابق معلم وقف جدید عرصہ دراز سے علیل ہیں۔

● مکرم مظفر احمد صاحب (گوجرانوالہ) کی والدہ محترمہ مختلف عوارض کی بنا پر بیمار چلی آ رہی ہیں۔

● محترمہ استانی آمنہ بیگم صاحبہ شیخ پور ضلع گجرات کو بلڈ پریشر اور دل کی تکلیف ہے۔ آجکل راولپنڈی میں زیرِ علاج ہیں۔

● مکرم ملک محمد انور صاحب (لونیاں منڈی لاہور چھاؤنی) کا لاہور کے ایک ہسپتال میں اپریشن ہوا ہے۔ ابھی صحت خراب ہے اور کمزوری بہت ہے۔

● میرے بہنوئی مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب مرزا پہلے سے دل کے مریض تھے۔ چچازاد بھائی کی اچانک ہارٹ فیل ہونے کی وجہ سے وفات ہونے پر ان کو بھی دوبارہ دل کی تکلیف ہو گئی ہے اور وہ میو ہسپتال لاہور میں زیرِ علاج ہیں۔

صوبیدار عبدالرشید
محلہ دارالعلوم جنوبی۔ ربوہ

احباب کی خدمت میں ان سب بھائیوں اور بہنوں کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

پتہ درکار ہے

● مکرم علی احمد صاحب وصیت ۱۴۷۴

ولد چوہدری سلطان علی صاحب ساکن چک نمبر ۶۷ تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد کا موجودہ پتہ درکار ہے اگر خود پڑھیں یا کوئی شخص ان کے بارہ میں جانتا ہو تو دفتر ہذا کو مطلع فرمائے۔

● مکرم حمید احمد باجوہ صاحب ولد چوہدری چراغ دین باجوہ سکنہ لاہینی ضلع بدین وصیت ۲۲۱۸۲ کے موجودہ ایڈریس کے بارہ میں اگر کوئی احباب جماعت جانتے ہوں تو دفتر وصیت کو مطلع کریں۔

۵۔ محترمہ جنت بی بی صاحبہ زوجہ مکرم طاہر محمد خان صاحب ساکن بستی اللہ جوایا ڈاکخانہ اوچ شریف ضلع رحیم یار خان۔

۲۔ محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ زوجہ مکرم ملک ظہور احمد صاحب وصیت ۲۴۵۲۸

اگر کسی دوست کو ان کا پتہ معلوم ہو یا خود یہ اعلان پڑھیں تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پتہ سے مطلع فرمائیں۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز)

اعلان دارالقضاء

محترمہ سرداراں بی بی صاحبہ بیوہ غلام محمد صاحب سکنہ بھڑتھانوالہ ڈاکخانہ کوٹلی لوہاراں تحصیل و ضلع سیالکوٹ نے درخواست دی ہے کہ انکے خاوند کے بڑے بھائی عبدالکریم صاحب مورخہ ۲۰/۳/۸۹ کو وفات پا گئے ہیں۔ انکی نہ تو کوئی بیوی تھی اور نہ ہی اولاد۔ لہذا ان کا قطعہ نمبر ۲/۳۸ (برقبہ دس مرلے) واقع محلہ دارالرحمت غربی ربوہ انکے اور موصوف کے دوسرے بھائی محمد اسماعیل صاحب ذبیح کی بیوہ صبیحہ خانم صاحبہ کے نام منتقل کیا جائے۔

بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس پر اعتراض ہو تو تیس یوم کے اندر اطلاع دے۔

(ناظم دارالقضاء)

بازیافتہ اشیاء

ایک عدد تھرموس بیت بلال ربوہ سے ملی ہے۔ جس صاحب کا ہو نشانی بتا کر خاکسار سے اس پتہ پر رابطہ کر سکتا ہے۔

ماسٹر اللہ یار ولد محمد دین چوہان
چک ۲۳۹ ر ب ڈاکخانہ خاص
ضلع فیصل آباد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلسہ حضرت فضل عمر

۱۸ مارچ ۱۹۸۹ء میں یوم فضل عمر منایا گیا۔ یہ جلسہ لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کے تحت بیت الحمد مارٹن روڈ میں مکرمہ سلیمہ میر صاحبہ کی صدارت میں ساڑھے تین بجے شروع ہوا۔ محترمہ امۃ الرفیق ظفر صاحبہ نے سورہ آل عمران کے آخری رکوع کی تلاوت کی۔ حمد باری تعالیٰ کے بعد مکرمہ امۃ الشکور صاحبہ مکرمہ امۃ الحی احمد صاحبہ اور مکرمہ بشریٰ داؤد صاحبہ نے علی الترتیب پیش گوئی حضرت فضل عمر کے عورتوں پر احسانات اور حضور اور کلام اللہ کا مرتبہ کے عنوانات پر تقاریر کیں۔ جلسہ کو خوش الحانی سے پڑھی ہوئی نظموں سے سجایا گیا۔

جلسہ کے آخر میں صدر صاحبہ نے اس دن کے منانے کی اہمیت واضح کی۔ بیت الذکر پر چراغاں کیا گیا تھا۔ رنگ برنگ کی جھنڈیوں سبز کاغذ کے پھولوں، بینرز اور چارٹوں سے بیت الذکر کو مزین کیا گیا۔ تمام حاضرات بہنوں اور بچیوں نے سبز لباس سے ماحول کو روح پرور کیا ہوا تھا۔ تمام حاضرات کی شیرینی اور مشروبات سے تواضع کی گئی۔ حاضری ۱۷۰۰ تھی۔ سوا پانچ بجے جلسہ برخواست ہوا۔

امۃ الباری ناصر
سیکرٹری اشاعت۔ لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی

خود ملکر تشخیص و مشورہ کے خواہشمندوں کی خاطر

حضرت حکیم نظام جان

کے فرزند

حکیم عبدالحمید اعوان

کا ماہانہ پروگرام

۱۵-۱۶ تاریخ کو مشہور دواخانہ
چوک قلعہ کالروالا

۱۹ سے ۲۳ تاریخ تک مشہور دواخانہ
محمود آباد 3 کراچی

۲۵ سے ۲۷ تاریخ تک مشہور دواخانہ
حضوری باغ روڈ ملتان

باقی دنوں میں مشہور دواخانہ چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ میں مشورہ ہو سکتا ہے۔

مینیجر
مشہور دواخانہ رجسٹرڈ گوجرانوالہ

ایک اخباری خبر

قادیانیوں کے خلاف جلوس

ایبٹ آباد (۲۰ اپریل) گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد کے طلباء کے مختلف گروپوں نے جمعرات کو ایک متحدہ جلوس قادیانیوں کی طرف سے جڑانوالہ میں قرآن کریم تلف کرنے کے خلاف نکالا۔ جس سے پی ایس ایف، ایم ایس ایف، ڈی ایس ایف، اے ٹی آئی اور جے ٹی آئی کے لیڈروں نے خطاب کرتے ہوئے گورنمنٹ پر زور دیا کہ وہ اس معاملہ کی سنگینی کے پیش نظر مجرموں کو سخت سزا دیں۔

لیکن یہ جلسہ ایک تبدیلی کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچا۔ جب مولانا محمد ایوب صاحب کو ملک کی سلامتی اور ترقی کے لئے درخواست دعا کی گئی تو انہوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کے خلاف بولنا شروع کر دیا۔ جس سے پی ایس ایف کے طلباء مشتعل ہو گئے۔ اور انہوں نے مولانا کو سٹیج سے نیچے پھینک دیا۔

پی ایس ایف کے طلباء کا یہ طریق کار جے ٹی آئی کے طلباء کو کسی طور نہ بھایا۔ چنانچہ چند لمحوں میں مکوں سے لڑائی شروع ہو گئی۔ بعد ازاں طلباء نے چار گورنمنٹ بسوں کے شیشے اور کھڑکیاں توڑتے ہوئے میلوں کو پھاڑ کر تباہ کر دیا۔ پولیس کی بروقت آمد سے طلباء منتشر ہو گئے۔

(روزنامہ ڈان ۲۱- اپریل ۱۹۸۹ء صفحہ ۹)

چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقوی سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔
(کشتی نوح)

خبریں

★ افغانستان کے سابق شاہ ظاہر شاہ کو افغانستان واپس لاکر انہیں مستقبل کے قابل قبول حکمران کے طور پر پیش کرنے کے بارے میں متضاد خبریں شائع ہوئی ہیں۔ بعض خبروں میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان، ایران اور افغانستان ظاہر شاہ کی حمایت پر راضی ہیں جبکہ دوسرے ذرائع کے مطابق روس، برطانیہ اور بھارت کے منصوبے کے تحت ظاہر شاہ کو افغانستان کے جس ائرپورٹ پر لایا جانا تھا اس راستے کو مجاہدین نے کاٹ کر سارا منصوبہ ناکام بنا دیا ہے۔

★ وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے اٹک کے صحافیوں کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران بتایا کہ پیپلز پارٹی کی جمہوری حکومت اخبارات کی آزادی پر مکمل یقین رکھتی ہے جو جمہوریت کا بنیادی اصول ہے۔

★ بعض غیر ملکی مالیاتی اداروں اور امداد دینے والے ممالک سے پاکستان کو ۹۶ ارب روپے کے قرضوں کی فراہمی ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے تعطل کا شکار ہو گئی ہے۔ یہ منصوبے یا تو شروع ہی نہیں کئے گئے یا خورد برد کا شکار ہو گئے۔

★ وزیر اعلیٰ بلوچستان نے کہا ہے کہ وہ صوبائی خود مختاری میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں دیں گے۔ نیز بلوچ عوام مشکل وقت میں سندھی بھائیوں کے ساتھ ہیں۔

★ وزارت داخلہ کے ایک ترجمان نے کہا ہے کہ وفاقی حکومت نے منشیات کے خاتمے کیلئے جو مہم شروع کی ہے پنجاب حکومت اسے کامیاب بنانے میں تعاون نہیں کر رہی۔

★ ایک سروے کے مطابق امریکہ میں ۱۴ سے ۱۸ سال تک کے بچے تشدد کی زندگی گذار رہے ہیں۔ جس کی وجہ غالباً ٹی وی پر دکھائی جانیوالی ایسی فلمیں ہیں جن میں تشدد اور درندگی دکھائی جاتی ہے۔ ماہرین نفسیات اور ماہرین تعلیم سنجیدگی سے اس صورت حال کے مختلف پہلوؤں پر غور کر رہے ہیں۔ کہ نئی نسل کو تباہ ہونے سے کیسے بچایا جا سکتا ہے۔

★ اسٹے کی نمائش کا دنیا کا سب سے بڑا میلہ الفرہ میں منگل کے روز شروع ہو رہا ہے۔ جس میں ۲۲ ممالک کے ۱۶۱۵ اسلحہ ساز ہتھیاروں کے جدید ترین نظام اور اپنے جیٹ لڑاکا طیاروں کی نمائش کریں گے۔ بہت سے ملکوں کے اعلیٰ سطحی فوجی وفود شرکت کریں گے۔

★ ایک رپورٹ کے مطابق ۱۹۸۸ء میں جاپان میں ۲۳۷۴۲ افراد نے خودکشی کی۔ ۴۷.۳ فیصد لوگوں نے بیماری سے تنگ آکر خودکشی کی۔ گذشتہ بارہ سال سے ہر سال اوسطاً بیس ہزار افراد خودکشی کرتے ہیں۔

★ سٹیٹ بنک آف پاکستان نے ۵۰ روپے کا نیا نوٹ جاری کیا ہے۔ جس پر کوڈ حروف موجود نہیں بلکہ سات ہندسوں پر مشتمل سیریل نمبر موجود ہے۔ البتہ اس کا ڈیزائن اور رنگ پہلے والا ہی ہے۔

بیرونی ملکوں کا ادب

آپ جس ملک میں کام کر رہے ہیں وہاں کی زبان تو آپ کو ضرور سیکھنی چاہیئے اگر آپ نے زبان سیکھ لی ہے تو اس زبان کے ادب سے بھی تھوڑی بہت واقفیت ضرور پیدا کیجئے۔ کم از کم اتنا تو ہو کہ آپ کو اس ملک کے بڑے ادب (نظم و نثر) کا پتہ ہو۔

اگر ملکی زبان کے ادب کے انگریزی میں ترجمے موجود ہیں تو یہ ترجمے ضرور پڑھیئے آپ کو فرصت نہ ہو تو ہمیں بھیج دیجئے۔ ہم انہیں اردو میں ترجمہ کر کے تمام اردو دانوں تک پہنچانے کی کوشش کریں گے ویسے اگر آپ خود بھی انگریزی سے ترجمہ کر کے بھیجیں تو ہمارے قارئین آپ کے ممنون ہوں گے۔ بہت زیادہ نہیں چند سطور میں نظم اور ایک دو صفحات کی نثر۔ اتنا ہی کافی ہے۔ اس طرح آپ اردو زبان کو مالا مال کرنے کا باعث بن سکیں گے۔

اس سلسلہ میں آپ مدیر الفضل سے خط و کتابت فرمائیں۔

مدیر الفضل

مضمون نگار حضرات سے گذارش

لکھئے اور ضرور لکھئے۔ ہم آپ کے مضامین کے منتظر رہتے ہیں۔ لیکن مضمون کے ساتھ آپکا پورا نام اور پتہ ضرور درج ہونا چاہیئے چاہے اس سے پہلے آپ کے متعدد مضامین شائع ہو چکے ہوں۔ ہر مضمون کے ساتھ نام اور پورا پتہ ہماری دفتری ضرورت ہے۔

(مدیر)